سید الشہداء، عم رسول سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب۔ اسد اللہ واسد رسولہ
حالات۔ فضائل۔ چند تاریخی مباحث

محمد فیصل حسن
لیکچرار: شعبہ تاریخ اسلام

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد جو دور شروع ہوا وہ اسلامی تاریخ میں حیات رسول کے مکی دور کے عنوان سے معروف ہے۔ یہ دور دیگر خصوصیات کے ساتھ ساتھ ابتدائی مسلمانوں کے بیش بہا صبر، قبول اسلام کے بعد گراں مایہ استقلال، اور عشق رسول کے انمول نقوش سے معمور ہے۔ یہ وہی دور ہے جس میں حضرت بلال کا نعرہ سرمدی احد احد ہم کو گونجتا سنائی دیتا ہے، حضرت ابوبکر کا بے ساختہ اور والہانا استقبال اسلام انکے عشق رسول و سعادت ذاتی کا اولین مصدق نظر آتا ہے، ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رسول خدا کے لیے ایک ڈھارس و سہارا اور اسلام کی اولین محسنہ کے طور پر نظر آتی ہیں، اس دور کے جتنے نقوش ہیں وہ سب صبر، ایثار، قربانی، خلوص اور اللہ وا سکے رسول کے عشق میں ڈھلے ہوئے اور کوثر و تسنیم سے دھلے ہوئے ہیں، یہ افراد، قرآن کی زبان میں سابقون الاولون ہیں، جن کی فضیلت بقیہ پوری امت اور یہاں تک بعد میں اسلام لانے والے صحابہ سے بھی کہیں زیادہ ہے، ایسے ایک پیکر شجاعت، جن کا عشق رسول، اسلام کی طرف ان کا اولین رہنما بنا، اور جن کو سابقون الاولون کے اس قافلے میں ایک بہت نمایاں حیثیت حاصل ہے، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب تھے۔ اعمام رسول میں وہ سب سے پہلے اسلام لائے اور پھر اسلام کے لیے تن من دھن کی بازی لگادی۔ جن کے فضائل، حالات زندگی اور رسول اللہ سے انتہائی قربت کے احوال کا جائزہ اس مضمون کا مقصود ہے۔

نام ونسب

آپ کا نام ونسب کتب رجال میں اس طرح مذکور ہے۔ حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی [1]

والدہ

حضرت حمزہ کی والدہ ہالہ کا تعلق قریشی قبیلہ بنو زہرہ سے تھا۔ آپ کے والد اہیب [2] بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ [3] ہیں۔

کنیت: آپ کی کنیت ابو عمارہ اور ابو یعلی [4] ہے۔

القابات

آپ کے مشہور القابات، سید الشہداء[5] اور اسد اللہ واسد رسولہ [6] ہیں۔

ابتدائی حالات زندگی

سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب کی پیدائش رسول اللہ ﷺ سے دو یا چار سال قبل ہوئی اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے[7]۔اس طرح آپ کی پیدائش ۵۶۸ء کے لگ بھگ ہوئی۔ابن سعد کے مطابق جناب عبدالمطلب نے ایک ہی مجلس میں اپنا اور اپنے صاحبزادے جناب عبداللہ (والد گرامی رسالت مآب ﷺ) کا نکاح کیا، جناب عبدالمطلب کا نکاح ہالہ بنت اہیب سے ہوا جبکہ ہالہ کی چچازاد بہن حضرت آمنہ بنت وہب سے جناب عبداللہ کا نکاح ہوا۔اس طرح نہ صرف حضرت حمزہ، رسوال اللہ کے چچا تھے بلکہ رشتہ میں آپ خالہ زاد بھائی بھی تھے۔حضرت حمزہ کا ایک اور قریبی رشتہ آنحضرت ﷺ سے یہ تھا کہ آپ رسول اللہ کے رضاعی بھائی بھی تھے، آپ دونوں کو نہ صرف ابولہب کی کنیز ثویبہ نے دودھ پلایا تھا بلکہ حضرت حمزہ کی والدہ نے بھی ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا[8]، نیز ابن سعد کے مطابق ایک عرب خاتون نے بھی آپ دونوں کو دودھ پلایا تھا[9]،اس طرح حضرت حمزہ کو نبی کریم سے رضاعت کے تعلق کا تہرا شرف حاصل تھا۔حضرت حمزہ کی ایک اور قرابت داری رسول اللہ سے یہ تھی کہ آپؓ، آنحضرت ﷺ کے ہم زلف بھی تھے[10]۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ امہات المومنین میں سے حضرت زینب بن خزیمہ اور حضرت میمونہ بنت حارث اخیافی بہنیں تھیں [11] ان کی والدہ کا نام ہند تھا، حضرت حمزہ کا نکاح ہند کی ایک اور صاحبزادی سلمی بنت عمیس سے ہوا جو کہ حضرت زینب وحضرت میمونہ کی اخیافی بہن تھیں اس طرح حضرت حمزہ، آنحضرت ﷺ کے ہم زلف بھی تھے۔

حضرت حمزہ کی عمر دس سال تھی جب آپ کے والد جناب عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا، جناب عبدالمطلب کی اولاد میں سے، مقوم اور حجل آپ کے سگے بھائی اور حضرت صفیہ آپ کی سگی بہن تھیں[12]۔آپ کے بچپن کے حالات کتب تاریخ وانساب میں دستیاب نہیں۔

قبول اسلام

آپ کے قبول اسلام کا واقعہ مشہور و مقبول ہے۔آپ کا شمار قریش کے بہادر وشجاع افراد میں ہوتا تھا، آپ شکاری اور تیرانداز بھی تھے[13]، ابن ہشام کے مطابق ایک مرتبہ کوہ صفا کے قریب ابوجہل نے نبی کریم ﷺ سے بدتمیزی کی اور آپ کو اذیت دی تاہم نبی کریم نے اس کو کوئی جواب نہ دیا یہ سارا قصہ عبداللہ بن جدعان کی ایک کنیز دیکھ رہی تھی[14]، اس نے سارا ماجرا حضرت حمزہ سے بیان کر جو اسی وقت شکار سے واپس تشریف لا رہے تھے، حضرت حمزہ یہ ماجرا سن کر غضبناک ہو گئے اور جا کر ابوجہل، جو اس وقت حرم میں موجود تھا اس کے سر پر زور سے اپنی کمان سے وار کیا اور

اس کا سر پھاڑ دیا، اور ساتھ ہی اس سے یہ بھی کہا کہ تو محمد کو برا بھلا کہتا ہے حالانکہ میں نے بھی محمد کا دین اختیار کرلیا ہے جو کچھ محمد کہتے ہیں وہی میں بھی کہتا ہوں اب اگر طاقت ہے تو میرے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کرو۔ بنو مخزوم کے چند لوگوں نے اس وقت مداخلت کی کوشش کی تاہم ابوجہل نے ان کو روک دیا، اور کہا کہ ان کو جانے دو میں نے واقعی میں ان کے بھتیجے کے ساتھ برا سلوک کیا ہے[15]۔ امام سہیلی نے الروض الانف میں یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ حضرت حمزہ گو کہ نبی کریم کی محبت میں قبول اسلام کا اعلان تو کر بیٹھے تاہم ان کے دل میں کچھ کھٹک باقی تھی، وہ خود فرماتے ہیں کہ جب مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے کہا کہ میں بھی محمد ﷺ کے دین پر ہوں تو (بعدازاں) مجھے ندامت محسوس ہوئی کہ میں نے اپنے آباء اور اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے۔ میں نے ساری رات قلق واضطراب میں گذاری، لمحہ بھر کے لیے بھی سو نہ سکا پھر میں کعبۃ اللہ کے پاس آیا اور اللہ تعالی سے آہ وزاری کی کہ وہ حق کے لیے میرا سینہ کھول دے اور شک وشبہات دور کردے، میری دعا ابھی مکمل ہی ہوئی تھی کہ مجھ سے باطل کا اندھیرا چھٹ گیا میرا دل نور یقین سے بھر گیا۔ صبح صبح میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوگیا اور نبی کریم ﷺ کو اپنی قلبی کیفیت سے آگاہ کیا حضور ﷺ نے بارگاہ ربوبیت میں میری ثابت قدمی کے لیے التجا کی[16]۔ اسی موقع پر سیدنا حمزہ نے یہ بھی فرمایا کہ میں تہ دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ سچے ہیں اور میں آپ کے دین کی اعلانیہ اور کھل کر تبلیغ کروں گا۔ مجھے ساری کائنات بھی عطا کردی جائے تو پھر بھی مجھے اپنا پہلا دین پسند نہیں[17]۔ حضرت حمزہ نے قبول اسلام کے بعد کچھ اشعار بھی کہے جو امام سہیلی نے بیان کیے ہیں[18]۔

سیدنا حمزہ کے قبول اسلام کا واقعہ جتنا مشہور ہے درحقیقت اس کی سند اتنی ہی کمزور ہے۔ بنیادی طور پر یہ واقعہ ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے اور اس واقعے کو جس سند سے انہوں نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے قال ابن اسحاق حدثنی رجل من اسلم ان وائی۔ یعنی حضرت حمزہ کے قبول اسلام کا یہ واقعہ جو شخص بیان کررہا ہے ابن اسحاق نے اس کا نام ہی نہیں بیان کیا، بس اتنا کہا کہ وہ قبیلہ بنی اسلم میں سے تھا گویا اس خبر کا راوی ہی مجہول ہے۔ لہذا اس روایت کا درجہ حدیث معضل [19] کا ہے، جو ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔

ابن اسحاق کی اس روایت کو امام حاکم نے مستدرک (۳۔۳۳۱) میں، امام بیہقی نے دلائل النبوۃ (۲۔۲۱۳) میں، امام طبری نے اپنی تاریخ (۲۔۳۳۳) میں، ابن اثیر نے اسد الغابہ (۲۔۶۷) اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۴۔۴۳) میں بیان کیا ہے۔

ابن سعد نے طبقات (۳۔۸) میں یہی روایت مختصرا محمد بن کعب القرظی سے بواسطہ واقدی بیان کی ہے جو کہ جو متروکین میں سے ہے (یعنی واقدی پر کذب کی تہمت ہے)، لہٰذا ابن سعد کی بیان کردہ روایت بھی ضعیف ہے۔ بلاذری نے انساب الاشراف (۴۔۳۸۳) میں حضرت حمزہ کے قبول اسلام کا واقعہ دو طریق پر بیان کیا ہے ایک تو بلا سند اور دوسری

روایت واقدی کی ہے۔

اس واقعے کی سب سے اچھی سندوہ ہے جو امام طبرانی نے المعجم الکبیر (۳۔۱۵۳، حدیث نمبر۲۹۶۲) میں بیان کی ہے امام طبرانی نے محمد بن اسحاق عن یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ سے یہی واقعہ بیان کیا ہے اور امام الہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس روایت کو مرسل قرار دیتے ہوئے تمام راویوں کو ثقات قرار دیا ہے[20] تاہم اس سند میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ گو یعقوب بن عتبہ ثقہ راوی ہیں تاہم ان کا تعلق طبقہ سادسہ سے ہے اور اس طبقے کے اصحاب کے بارے میں قول یہ ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا[21]۔غرض کہ عمومی طور پر اس واقعہ کی تمام اسناد ضعیف ہیں[22]۔

درحقیقت حضرت حمزہ کا قبول اسلام اسلام اور نبی کریم کے لیے تقویت کا باعث ہوا اور اس بات پر عمومی طور پر مورخین متفق ہیں کہ حضرت حمزہ کے قبول اسلام کے بعد قریش کی ایذا رسانیوں میں کمی واقع ہوئی [23، خصوصاً آنحضرت کے معاملے میں قریش نے نرمی اور احتیاط سے کام لیا تاہم اب ان کی زیادتیوں کا رخ عام مسلمانوں کی طرف ہو گیا[24]۔حضرت حمزہ کا قبول اسلام باختلاف رائے ۲ نبوی[25] یا پھر ۶ نبوی [26] کا واقعہ ہے۔ابن کثیر نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت حمزہ جب ایمان لائے اس وقت تک ۳۸، ۳۹ افراد ایمان لا چکے تھے[27]۔

سیدنا حمزہ کے قبول اسلام نگاہ رسالت مآب میں کیا حیثیت تھی اس کا اندازہ اس حدیث سے بھی ہوتا ہے، جس میں نبی کریم ﷺ کا فرمانا ہے، سالت ربی ان یعضد نی باحب عومتی الیہ فعضد نی بحمز والعباس[28]۔یہ فرمان رسول بھی قبول اسلام سیدنا حمزہ کی بلند حیثیت کو آشکا کرتا ہے۔ ان اللہ اکرمنی باسلام خیار اہل بیتی، فیمینی حمز وشمالی جعفر[29]۔

تبلیغ اسلام و ہجرت مدینہ

اسلام لانے کے بعد حضرت حمزہ تبلیغ کے کام میں نبی کریم ﷺ کی بھرپور مدد کرنے لگے، اس دور میں نبی کریم ﷺ کے متعدد اصحاب تبلیغ اسلام کے فریضے میں اور نبی کریم کی نصرت وحمایت میں مصروف تھے، اس زمانے کا مکہ، نبی کریم اور اصحاب النبی کے خلاف معاندانہ جذبات سے لبریز تھا، دعوت الی اللہ کی پکار، توحید کی حمایت اور شرک و بت پرستی کی مخالفت اس زمانے میں گویا اہل مکہ کے مشترکہ ستم کو پکارنے، اور پورے نظام جاہلیت کو للکارنے والی بات تھی، اس کے باوجود حضرت حمزہ ان اصحاب رسول میں سے ایک تھے، جو دعوت وتبلیغ کا کام اعلانیہ کرتے تھے۔ ۷ نبوی میں مشرکین مکہ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کا مقاطعہ کرتے ہوئے شعب ابی طالب میں محصور کیا تو حضرت حمزہ بھی تین سال تک ایام محصوری کے مصائب و آلام برداشت کرتے رہے۔ ۱۳ نبوی میں ہجرت کا حکم ملنے کے بعد حضرت حمزہ بھی مدینہ ہجرت کر گئے، ابن ہشام کے مطابق، ہجرت کے بعد حضرت حمزہ کا مدینہ میں قیام حضرت کلثوم بن ہدم یا سعد بن خثیمہ کے گھر یا

پھر بنی نجار میں اسعد بن زرارہ کے پاس ہوا[30]۔ یہیں آنحضرت ﷺ نے حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ میں عقد مواخا کر دیا[31]۔

سرایا و غزوات میں شمولیت

ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کے حالات بتدریج بہتر ہونا شروع ہو گئے اور نہ صرف قریش کے مظالم سے ان کو نجات حاصل ہوئی بلکہ انصار مدینہ کی بھرپور اعانت کے باعث مہاجرین معاشی وسماجی طور پر ایک مستحکم مرتبے وحیثیت کا مالک بھی ہو گئے۔ مدینہ میں ہی احکام جہاد کا نزول ہوا، گویا قریش کو ان ہی کی زبان میں جواب دینے کا اب وقت آ گیا تھا۔ غزوات وسرایا کا جب آغاز ہوا تو مورخین کے مطابق رمضان ۱ھ میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سواروں (جو سب کے سب مہاجرین میں سے تھے[32]) پر مشتمل ایک دستہ حضرت حمزہ کی زیر امارت ساحلی علاقہ 'عیص' کی جانب روانہ کیا کہ وہ ایک قریشی قافلے کا پتہ لگائیں، جو شام سے مکہ آ رہا تھا۔ اس قافلے میں تین سو آدمی تھے جن میں ابوجہل بھی تھا دونوں فریقین کا آمنا سامنا تو ہوا لیکن ابن ہشام کے مطابق قبیلہ جہینہ کے سردار مجدی بن عمرو نے کوشش کر کے لڑائی کی نوبت نہ آنے دی اور حضرت حمزہ کسی کشت وخون کے بغیر مدینہ منورہ واپس آ گئے[33]۔ یہی وہ سریہ ہے جب آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلا علم حضرت حمزہ کو عطا کیا تھا، جس کا رنگ سفید تھا اور علمبردار حضرت ابو مرثد کناز بن حصین غنوی تھے[34]۔ تاریخ میں یہ معرکہ سریہ سیف البحر اور سریہ حمزہ کے نام سے معروف ہے۔ بعد ازاں غزوہ ابوا یا ودان[35]، غزوہ ذوالعشیرہ[36] اور غزوہ بنو قینقاع[37] میں بھی علمبرداری کا شرف حضرت حمزہ کو ہی ملا۔

غزوہ بدر الکبریٰ

اسلام وکفار کا اولین بڑا معرکہ غزوہ بدر الکبریٰ ہے، جو ہجرت کے دوسرے سال رمضان کے مہینے میں پیش آیا۔ اس غزوہ میں حضرت حمزہ کا نہایت نمایاں کردار رہا اور آپ کی شجاعت کے محیر العقول کارنامے چشم فلک نے دیکھے۔ ابن ہشام کے مطابق کفر واسلام کے مابین فارق، اس لڑائی میں، پہلا قتل حضرت حمزہ کے ہاتھوں ہوا، جب آپ نے دشمن اسلام اسود بن عبدالاسد مخزومی کو قتل کیا [38]۔ بعد ازاں اس غزوہ کا آغاز مبارزت طلبی سے ہوا اور ابتدا کفار مکہ کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نکلے اور انہوں نے اپنے مد مقابل طلب کیے، ابن سعد کے مطابق لشکر اسلام سے تین صحابہ جن کا تعلق انصار سے تھا، جن کے اسماء عوف، معاذ اور معوذ پسرانِ عفراء، یا ابن ہشام کے مطابق عوف، معاذ اور عبداللہ بن رواحہ تھا، ان کے مد مقابل ہوئے۔ تاہم یا تو قریشی جنگجوں نے یہ کہ کر لڑنے سے انکار کر دیا کہ محمد یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں، ہماری قوم اور کفو کے لوگوں کو ہمارے مقابلے پر بھیجو [39] اور یا خود حضور اقدس ﷺ نے پسند نہیں فرمایا کہ لڑائی کی ابتدا انصار سے ہو چونکہ یہ آمنے سامنے لڑائی کا پہلا موقع تھا لہذا آپ کو یہ

پسند تھا کہ میدان مبارزت میں آپ کے اپنے اہل خاندان ہوں۔ چنانچہ آپ نے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث کو ان قریشی سرداروں سے لڑنے کا حکم دیا[40]۔ حضرت عبیدہ کا مقابلہ عتبہ سے ہوا، حضرت حمزہ کا مقابلہ شیبہ سے ہوا اور حضرت علی کا ولید سے ہوا[41]۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی نے جلد ہی اپنے اپنے حریف کو جہنم رسید کر دیا، لیکن حضرت عتبہ اور عبیدہ لڑائی کے دوران زخمی ہو گئے، جس پر حضرت حمزہ اور حضرت علی ایک ساتھ حملہ کر کے عتبہ کو بھی ڈھیر کر دیا[42]۔ مبارزت طلبی کے بعد عام لڑائی کا آغاز ہوا۔ حضرت حمزہ کے ہاتھوں معرکہ بدر میں کئی کفار و مشرکین واصل جہنم ہوئے اور کفار کو بے اندازہ نقصان برداشت کرنا پڑا، اس کی گواہی خود امیہ بن خلف نے دی کہ جب معرکہ بدر ختم ہوا اور اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو عظیم کامیابی عطا کی، اس موقع پر بڑے بڑے سردارن مکہ یا توقتل ہوئے یا گرفتار۔ امیہ بن خلف کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے جب گرفتار کیا تو امیہ نے ان سے پوچھا کہ وہ شخص کون تھا جس نے سینے پر شترمرغ کا پر سجایا ہوا تھا، حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ وہ حمزہ بن عبدالمطلب تھے، اس پر امیہ نے کہا کہ یہی وہ شخص ہے جس نے ہم پر یہ مصیبتیں نازل کی ہیں[43]۔ غزوہ بدر کے موقع پر حضرت حمزہ کے ہاتھوں قتل کیے گے مشرکین کے نام یہ ہیں:[44]

۱۔ حنظلہ بن ابی سفیان

۲۔ عتبہ بن ربیعہ

۳۔ شیبہ بن ربیعہ

۴۔ طعیمہ بن عدی

۵۔ زمعہ بن اسود

۶۔ عقیل بن اسود

۷۔ ابوقیس بن ولید بن مغیرہ

۸۔ اسود بن عبدالاسد

۹۔ نبیہ بن الحجاج[45]

۱۰۔ عائذ بن سائب[46]

غزوہ احد

ہجرت مدینہ کے تیسرے سال، قریش مکہ نے ایک بار پھر دین حق کو ختم کرنے کی بھرپور سعی کی اور اپنا کل مال ومتاع وقوت مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ایک نئے معرکے میں جھونکنے کا فیصلہ کیا، حق و باطل کے مابین ہونے الا یہ

معرکہ تاریخ میں غزوہ احد کے نام سے معروف ہے۔اس غزوہ کے موقع پر جناب رسالت مآب ﷺ کی یہ خواہش تھی کہ مدینے میں رہ کر مقابلہ کیا جائے لیکن بعدازاں صحابہ کرام کے مشوروں کو شرف بخشتے ہوئے آپ نے کھلے میدان میں مقابلے کا فیصلہ کیا، یہ معرکہ احد پہاڑ کے دامن میں لڑا گیا۔ابتدا اس جنگ میں مسلمانوں کو بھرپور کامیابی ملی تاہم دوران جنگ ایک غلطی نے جنگ کا پانسہ بدل دیا اور مسلمانوں شدید دباو میں آگے۔گو کہ یہ جنگ بے نتیجہ رہی تاہم اس جنگ میں مسلمانوں کو بہت زیادہ جانی نقصان اٹھانا پڑا، اور خود حضور اقدس ﷺ بھی کفار کے ہاتھوں زخمی ہو گے۔اس جنگ کا ایک بہت بڑا نقصان حضرت حمزہ کی شہادت کا تھا،ان کی شہادت غزوہ احد میں اس وقت ہوئی جبکہ وہ جنگ میں داد شجاعت دے رہے تھے اور اپنی شہادت سے پہلے پہلے وہ عثمان بن ابی طلحہ، ارطاۃ بن عبدشرجیل، اور سباع بن عبدالعزی کو جہنم رسید کر چکے تھے[47]۔ابن اثیر کے مطابق حضرت حمزہ نے اپنی شہادت سے قبل کل اکتیس ۳۱ کفار کو قتل کیا تھا[48]۔

شہادت حضرت حمزہ

حضرت حمزہ کو وحشی نامی ایک غلام نے غزوہ احد کے دوران شہید کیا۔وحشی، جو بعدازاں اسلام لے آیا، اس واقعے کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ:

> "بدر کے دن حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ نے طعیمہ بن عدی بن خیار کو مار ڈالا تھا۔جبیر بن مطعم نے جو کہ میرے مالک تھے مجھ سے یہ کہا کہ اگر تو حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کو میرے چچا طعیمہ کے بدلے میں مار ڈالے تو تم آزاد ہو۔وحشی نے بیان کیا کہ جب لوگ عینین کی لڑائی کے سال نکلے جو احد کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے احد اور اس کے درمیان ایک وادی ہے اس وقت میں بھی لڑنے والوں کے ساتھ نکلا جب لڑائی کے لئے صفیں درست ہو چکیں تو سباع بن عبدالعزی نے آگے نکل کر کہا کیا کوئی لڑنے والا ہے حمزہ بن عبدالمطلب نے اس کے بالمقابل پہنچ کر کہا او سباع ! ام انمار مقطعۃ البظور کے بیٹے کیا تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے پھر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ نے سباع کو گزرے ہوئے دن کی طرح بنا دیا (یعنی قتل کر دیا) وحشی نے کہا پھر میں قتل حمزہ کی فکر میں ایک پتھر کی آڑ میں بیٹھ گیا جب حمزہ میرے قریب آئے میں نے ان کو اپنا حربہ پھینک کر مار دیا اور وہ ان کے زیر ناف ایسا لگا کہ سرین سے پار ہو گیا وحشی نے کہا یہ ان کا آخری وقت تھا جب اہل قریش مکہ میں واپس آئے تو میں بھی ان کے ہمراہ مکہ آ گیا[49]۔

ابن سعد نے حضرت حمزہ کی شہادت سلسلے میں بیان کیا ہے کہ حضرت حمزہ احد کے روز رسول اللہ ﷺ کے آگے دو تلواروں سے جنگ کر رہے تھے اور کہ رہے تھے کہ میں اسد اللہ ہوں یہ کہتے اور کبھی آگے جاتے کبھی پیچھے ہٹتے، وہ اسی

حالت میں تھے کہ اچانک پھسل کر اپنی پیٹھ کے بل گر پڑے انھیں وحشی بن اسود نے دیکھ لیا اور انھیں حربہ کھینچ کے مارا اور قتل کر دیا[50]۔

سیدنا حمزہ کی شہادت کے بعد مشرکین نے آپ کی لاش کا مثلہ کیا، اور جیسا کہ ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ تمام ہی شہدا کا اس موقع پر مثلہ کیا گیا[51]۔ ہند بنت عتبہ کے بارے میں ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس نے حضرت حمزہ کا مثلہ کیا اور پھر آپ کا جگر کھانے کی کوشش کی تاہم نگل نہ سکی، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کو پسند نہ تھا کہ حمزہ کے جسم کا کوئی حصہ آگ میں جائے[52]۔ تاہم ایک تو یہ روایت روایت ضعیف ہے[53] نیز اس کے متن میں بھی نکارت ہے کہ حضرت ہند بعد از اں مشرف با اسلام ہوئیں[54]۔

غم واندوہ نبوی بر شہادت حمزہ

غزوہ احد کے خاتمے کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت حمزہ کو ڈھونڈنے نکلے تو آپ نے اپنے محبوب چچا کو بطن وادی میں اس حالت میں دیکھا کہ ان کا پیٹ چاک کیا ہوا تھا، جگر باہر نکلا پڑا ہے اور ناک و کان کٹے ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ صفیہ کو رنج ہوگا اور میرے بعد یہ معاملہ سنت بن جائے گا، تو میں حمزہ کو اس حال پر چھوڑ دیتا حتی کہ یہ درندوں کے پیٹ اور پرندوں کے پوٹوں میں ہو جاتے۔ اگر خدا نے کسی جنگ میں مجھ کو قریش پر غالب کیا تو میں اس کے عوض ان میں سے تیس آدمیوں کا مثلہ کروں گا[55]۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ اس موقع پر سورہ نحل کی یہ آیت اتری کہ اگر تم بدلہ لو تو اتنا بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر والوں کے لیے بہتر ہے (نحل)۔ اس روایت کے بارے میں گو حافظ ابن کثیر کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور غزوہ احد میں واقع ہوا تو یہ روایت درست نہیں۔ تاہم ابن اسحاق و ابن جریر کے حوالے سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ پوری سورہ نحل مکی ہے ماسوائے اس کی آخری تین آیات کے جو احد کے بعد اس موقع پر نازل ہوئیں[56]۔ ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جائے شہادت حمزہ پر یہ بھی فرمایا:

> "تم پر اللہ کی رحمت ہو تم ایسے تھے کہ معلوم نہیں ایسا صلہ رحم کرنے والا، خیرات دینے والا کوئی اور ہو۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تمہارے بعد لوگوں کو رنج ہوگا تو میں یہ پسند کرتا کہ تمہیں بغیر کفن دفن کے چھوڑ دوں کہ اللہ مختلف جانوں سے تمہارا حشر کرے بےشک مجھ پر لازم ہے کہ تمہارے بدلے ان میں سے ستر آدمیوں کا ضرور ضرور مثلہ کروں[57]"۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ سے مخاطب ہو کر یہ بھی فرمایا کہ:

> "تمہارے انتقال کا سا دکھ مجھے کبھی نہیں پہنچے گا، میں کبھی کسی جگہ کھڑا نہیں ہوا جہاں مجھے اس سے

زیادہ غیظ وغضب ہوا ہو"۔ پھر فرمایا حضرت "جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں اور مجھے خبر دی ہے کہ حمزہ بن عبدالمطلب کا نام ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں میں یوں لکھا گیا ہے حمز بن عبدالمطلب اسد اللہ و اسد رسولہ[58]" (حمزہ بن عبدالمطلب اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں)۔

نماز جنازہ

سیدنا حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد آپ کی تدفین کا مرحلہ آیا تو ابن اسحاق و ابن سعد وغیرہ کے مطابق رسول اللہ کے حکم حضرت حمزہ کی لاش کو کپڑے میں لپیٹ دیا گیا پھر آپ نے سات تکبیر سے نماز جنازہ پڑھائی پھر دیگر شہداء کو باری باری لاکر حضرت حمزہ کی لاش کے برابر رکھ دیا جاتا چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ کے ساتھ سب کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس طرح حضرت حمزہ کی بہتر ۷۲ بار نماز جنازہ پڑھی گئی[59]۔ گو کہ یہ روایت بہت مشہور ہے تاہم اس روایت کو امام سہیلی و حافظ ابن کثیر نے ضعیف قرار دیا ہے[60] ساتھ ہی صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود ہے غزوہ احد کے شہدا کی نہ نماز جنازہ پڑھی گئی اور نہ انہیں غسل دیا گیا[61]۔ تاہم یہ بات بھی صحیح بخاری سے ہی ثابت ہے کہ غزوہ احد کے آٹھ برس کے بعد، اپنی وفات سے کچھ پہلے آپ ﷺ نے شہدائے احد کی نماز جنازہ ادا کی تھی[62]۔

تدفین

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب، نے حضرت حمزہ کے کفن کے لیے دو چادریں دی تھیں تاہم ان میں سے ایک چادر میں ایک انصاری صحابی کو کفن دیا گیا اور دوسری میں حضرت حمزہ کو[63]۔ ابن سعد حضرت خباب سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ کو ایک چادر میں کفن دیا گیا۔ ان کا سر ڈھانکا جاتا تو پاوں باہر ہو جاتے اور پاوں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا۔ ان کا سر ڈھانک دیا گیا اور پاوں پر اذخر یا حرمل (گھاس) ڈال دی گئی[64]۔ ان کی قبر میں حضرت ابوبکر، عمر، علی اور زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین اترے[65]۔ حضرت حمزہ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جحش کی تدفین بھی ایک ہی قبر میں ہوئی[66]۔ امام بیہقی نے متعدد روایات بیان کی ہیں جن کی رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب حضرت معاویہ کے عہد میں احد میں چشمہ جاری کرنے کا فیصلہ کیا گیا تو بعض شہدائے احد کو وہاں سے منتقل کر دیا گیا۔ اس وقت لوگوں نے ان شہدا کی زیارت کی کہ ان کے اجسام بالکل تر و تازہ تھے اور دیکھنے والوں کو یوں لگتا تھا جیسے وہ سو رہے ہوں۔ اس دوران حضرت حمزہ کے پاوں پر کوئی پھاوڑہ لگ گیا تو اس طرح خون جاری ہو گیا جیسا کہ زندہ افراد کے ساتھ ہوتا ہے[67]۔

ممانعت ماتم

آنحضرت ﷺ جب شہدا کی تدفین سے فارغ ہو گئے تو احد سے واپسی پر آپ کا گزر بنو عبدالاشہل سے ہوا

جہاں خواتین اپنے مقتولین پر گریہ وزاری کررہی تھیں، ان کا رونا دیکھ کر آپ کو آپنے چچا حضرت حمزہ یاد آ گئے اور آپ نے فرمایا کہ حمزہ کے لیے کوئی رونے والیاں نہیں۔ بنی عبدالاشہل کے سردار حضرت سعد بن معاذ کو جب معلوم ہوا کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ایسا کہا ہے، تو انہوں نے اپنی خواتین کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ کے دروازے پر جا کر حضرت حمزہ پر روئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ان خواتین کا رونا سنا تو فرمایا کہ یہ کون ہیں کہا گیا کہ یہ انصار کی خواتین ہیں آپ ان کے پاس آئے اور فرمایا واپس جاؤ آج کے بعد رونا جائز نہیں، نیز آپ نے ابن سعد کے بقول رونے سے اس شدت سے منع کیا جس شدت سے آپ اور کسی (ناجائز) شے سے منع کرتے تھے[68]۔ ابن سعد و بلاذری یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حمزہ کی قبر پر آ کر اس کی مرمت واصلاح کرواتی تھیں[69]۔

ازواج واولاد

سیدنا حضرت حمزہ نے تین نکاح کیے جس سے ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئی۔ ان کے سب سے بڑے صاحبزادے عمارہ تھے[70]۔ حافظ ابن حجر نے ان کا شمار صحابہ میں کیا ہے[71]۔ ان کی والدہ خولہ بنت قیس تھیں، جن کا تعلق بنی نجار سے تھا[72]۔ یہ لاولد فوت ہوئے[73]۔ ان کے نام پر حضرت حمزہ کی کنیت ابوعمارہ تھی[74]۔ قاضی سلمان منصور پوری صاحب نے عمارہ کے ایک فرزند حمزہ کا بھی ذکر کیا ہے[75]۔ تاہم اس کی تصدیق کسی اور ماخذ سے نہیں ہوسکی۔ اس کے برعکس ابن اثیر نے اسدالغابہ اور ابن حجر نے الاصابہ میں ذکر کیا ہے کہ یعلیٰ کے سوا حضرت حمزہ کے کسی اور بیٹے کی اولاد نہیں تھی[76]۔

یعلیٰ، بکر اور عامر حضرت حمزہ کے دیگر صاحبزادے تھے۔ ان کی والدہ دختر ملۃ بنت مالک تھیں[77]۔ ان میں بکر و عامر کی تو اولادیں نہ ہوئیں تاہم یعلیٰ، جن کے نام پر حضرت حمزہ کی کنیت ابو یعلیٰ تھی، کے پانچ بیٹے تھے۔ عمارہ، فضل، عقیل، زبیر اور محمد تاہم ان میں سے کسی کی نسل آگے نہ بڑھی[78]۔ بلاذری نے انکے چھٹے فرزند جن کا نام بھی یعلیٰ تھا، کا بھی ذکر کیا ہے[79]۔

حضرت حمزہ کی ایک صاحبزادی امامہ تھیں۔ ان کی والدہ حضرت سلمیٰ بنت عمیس تھیں۔ یہ وہی امامہ تھیں جن کی پرورش کے لیے حضرت علی، حضرت جعفر اور حضرت زید بن حارثہ خواہش مند تھے اور رسول اللہ ﷺ نے امامہ کی پرورش کا فریضہ حضرت جعفر کو سونپ دیا کہ حضرت جعفر کی اہلیہ حضرت اسما، امامہ کی خالہ تھیں[80]۔

حضرت حمزہ کی دوسری صاحبزادی فاطمہ تھیں جن کی کنیت ام الفضل اور ام ابیہا تھی[81]۔ ان کی والدہ بھی حضرت سلمیٰ بنت عمیس تھیں[82]۔

حافظ ابن حجر نے حضرت حمزہ کی دو اور صاحبزادیوں کا بھی ذکر کیا ہے ایک امۃ اللہ بنت حمزہ، جن کے بارے

میں حافظ صاحب کہتے ہیں کہ بعض نے کہا کہ یہ وہی امامہ ہیں جن کا ذکر ہو چکا، اگر یہ کوئی اور ہیں تو ہوسکتا ہے کہ بچپن میں ان کا انتقال ہو چکا ہو [83]۔ دوسری سلمٰی بنت حمزہ ہیں، ان کے ذکر میں حافظ ابن حجر نے ان سے مروی ایک حدیث بیان کی ہے اور حالات زندگی بیان نہیں کیے ہیں [84]۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ میانہ قامت کے تھے نہ زیادہ پست نہ زیادہ طویل [85]۔ بہادری وشجاعت آپ کا خاص وصف تھا ساتھ ہی عشق رسول بھی آپ کی زندگی کا حاصل تھا، اسی عشق کی بدولت آپ ایمان کی طرف راغب ہوئے یہی عشق ساری عمر آپ کی متاع عزیز رہا۔ پھر یہ عشق بھی دوطرفہ تھا جتنی محبت آپ کو رسول خدا سے تھی اتنی محبت اللہ کے رسول بھی آپ سے فرماتے تھے۔ جس کا واضح اظہار ان کلمات تاسف سے ہوتا ہے جو اللہ کے رسول نے حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد فرمائے تھے۔

سیدنا حمزہ کا شمار تاریخ کی ان عبقری شخصیات میں بھی ہوتا ہے جن کے کارناموں وشجاعت کی بدولت انہیں بعدازاں ایک دیومالائی کردار کے روپ میں بھی پیش کیا اور وہ داستانوں کا بھی محور بنے رہے [86]۔ تاہم ان کے حقیقی کارنامے وکردار بھی ناقابل فراموش ہیں اور ایک محیر العقول شان کے حامل ہیں نہ صرف ان کے نام کے معنی اسد یعنی شیر کے ہیں [87] بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی نگاہ میں بھی اسم با مسمیٰ یعنی اسد اللہ واسد رسولہ ٹھہرے اور آج تک وہ جراء ت وشجاعت کا ایک استعارہ ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

[1]۔ ابن سعد، محمد، 'کتاب الطبقات الکبیر'، ج ۳، ص ۷

[2]۔ زبیری، مصعب، 'نسب قریش'، ص ۱۷ اور بلاذری، احمد بن یحییٰ، 'کتاب الجمل من انساب الاشراف' ج ۴، ص ۳۸۱ میں جناب ہالہ کا والدہ کا نام اہیب درج ہے جبکہ ابن حزم، محمد، 'جمہرۃ انساب العرب'، ص ۱۵ میں وہیب درج ہے، کتاب الطبقات الکبیر میں "وہیب" اور "اہیب" دونوں درج ہے۔ دیکھئے، ابن سعد، ج ۱، ص ۷۵، نیز ج ۳، ص ۷

[3]۔ ابن سعد، ج ۳، ص ۷

[4]۔ ابن سعد و بلاذری، ج ۴ ص ۳۸۱

[5]۔ حاکم، محمد بن عبداللہ، 'مستدرک علی الصحیحین'، ج ۳، حدیث ۴۹۵۰۔ "سيد الشهداء حمزة بن عبد المطلب، ورجل قام إلى إمام جائر فأمره ونهاه فقتله"

شہداء کے سردار حمزہ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ شخص جس نے ظالم حکمران کے خلاف کلمہ حق کہا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا اور اس کی وجہ سے حکمران نے اس کو قتل کردیا"۔ نیز، ابن الاثیر، عزالدین، 'اسد الغابہ'، ج ۲، ص ۶۷

[6]۔ ایضاً، حدیث ۴۸۸۱، بلاذری، ج ۴ ص ۳۸۱

-[7] ابن الاثیر، ج ۲، ص ۶۷

-[8] ابن سعد، ج ا، ص ۸۸

-[9] ایضاً

-[10] ابن حبیب، محمد، 'المحبر'، ص ۱۰۶، ۱۰۷

-[11] بلاذری، ج ا، ص ۴۲۹

-[12] زبیری، مصعب، ص ۱۷

-[13] ابن ہشام، عبدالملک، 'سیرۃ النبی ﷺ'، ج ا، ص ۳۶۷

-[14] ایک اور روایت کے مطابق یہ ماجرا دیکھنے والی اور بعد ازاں حضرت حمزہ سے بیان کرنے والی حضرت صفیہ کی کنیز سلمٰی تھی۔ بلاذری، ج ۴، ص ۳۸۳، جبکہ ایک تیسری روایت کے مطابق یہ بات خود جناب رسالت مآب ﷺ نے حضرت حمزہ سے بیان کی تھی۔ بیہقی، احمد بن حسین، 'دلائل النبوۃ'، ج ۲، ص ۲۱۳

-[15] ابن ہشام، ج ا، ص ۳۶۷، ۳۶۸

-[16] سہیلی، عبدالرحمٰن، الروض الانف'، ج ۲، ص ۴۴، ۴۵

-[17] ابن کثیر، عمادالدین، 'البدایہ والنہایہ'، ج ۴، ص ۸۴

-[18] ایضاً، ص ۴۵، گو ان اشعار کی صحت مشکوک ہے، دیکھئے حاشیہ نمبر ۲۶

-[19] ابن ہشام، ج ا، حاشیہ ص ۳۶۷

-[20] طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، ج ۳، حاشیہ ص ۱۵۳۔

-[21] عوشن، محمد بن عبداللہ، 'ماشاع ولم یثبت فی سیرۃ النبویہ'، ص ۵۲

-[22] تفصیل کے لیے دیکھیے، عوشن، ۵۲۔ اور ابن ہشام ج ا، ص ۳۶۷ کا حاشیہ۔

-[23] ابن ہشام، ج ا، ص ۳۶۸۔ ابن جریر، محمد، 'تاریخ الرسل والملوک'، ج ۲، ص ۳۳۴۔ ابن کثیر، ج ۴، ص ۸۳

-[24] علی بن براہان الدین، سیرت حلبیہ'، ج ا، ص ۲۸۳

-[25] ابن الاثیرہ، ج ۲، ص ۶۷۔ ابن حجرہ، ج ۲، ص ۶۲۰

-[26] حاکم، ج ۳، ص ۲۳۰، ذکر عم رسول واخیہ من الرضاعۃ۔ ابن سعد، ج ۳، ص ۸۔ نیز امام سہیلی نے الروض الانف میں حضرت حمزہ کے کچھ اشعار بیان کیے ہیں جو انہوں نے قبول اسلام کے وقت پڑھے تھے، ان اشعار سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت حمزہ کے قبول اسلام کا یہ واقعہ دس نبوی کا ہے کیونکہ ان اشعار میں حضرت حمزہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں بنو ثقیف کے ان مظالم سے آگاہ ہوں جو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے خلاف کیے تھے۔ اب طائف کا سفر اور وہاں بنو ثقیف کے مظالم ڈھانے کا واقعہ ۱۰ نبوی کا بیان کیا جاتا ہے لہٰذا اس طرح حضرت حمزہ کے قبول اسلام کے سلسلے میں بیان کردہ سنین کی تین ممکنہ روایات ہیں ۲ نبوی، ۳ نبوی یا ۱۰ نبوی، تاہم قرین قیاس بات یہ ہے کہ امام سہیلی کے بیان کردہ ان اشعار کی نسبت حضرت حمزہ سے مشکوک ہے، کیونکہ یہ اشعار صرف امام سہیلی ہی بیان کرتے ہیں اور بھی بلاسند۔

-[27] ابن کثیر، ج ۴، ص ۷۸

[28]- بلاذری، ج ۴، ص ۳۸۳

[29]- ایضاً

[30] ابن ہشام، ج ۲، ص ۹۸۔

[31]- ابن سعد، ج ۳، ص ۸

[32]- ایضا

[33]- ابن ہشام ج ۲، ص ۲۴۶، ۲۴۷

[34]- ابن سعد، ج ۳، ص ۸، ۹۔ طبری، ج ۲، ص ۴۰۲، اس معاملے میں ابن ہشام دو روایات بیان کرتا ہے کہ یا تو پہلا جھنڈا حضرت حمزہ کو عطا ہوا یا حضرت عبیدہ بن حارث کو۔ ج ۲، ص ۲۴۷۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اس حوالے اپنی تاریخ میں مختلف آراء پر بحث کی ہے۔(ابن کثیر، ج ۵، ص ۲۷ تا ۲۸)

[35]- ابن کثیر، ج ۵، ص ۲۲

[36]- ابن سعد، ج ۳، ص ۹

[37]- ابن کثیر، ج ۵، ص ۲۹

[38]- ایضا، ج ۵، ص ۹۴۔

[39]- ابن ہشام ج ۲، ص ۲۸۴

[40]- ابن کثیر، ج ۵، ص ۹۵

[41]- ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۸۴۔ بعض دیگر روایات میں حریفین کی ترتیب اس سے برعکس بھی بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ بلاذری نے واقدی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت حمزہ کا مقابلہ عتبہ سے ہوا، اس موقع پر حضرت حمزہ نے کہا کہ انا اسد اللہ و رسولہ اور عتبہ نے کہا کہ انا اسد الحلفاء اور حضرت حمزہ نے عتبہ کو قتل کر دیا۔ بلاذری، ج ۴، ص ۳۸۴

[42]- ایضا، ص ۲۸۵

[43]- ابن ہشام ج ۲، ص ۲۹۵۔

[44]- ان میں سے بعض کفار کو کئی صحابہ نے مل کر قتل کیا۔

[45]- ابن ہشام، ج ۲، **ذکر من قتل ببدر من المشرکین**

[46]- یہ پہلے حضرت حمزہ کے ہاتھوں زخمی ہوا اور گرفتار کیا گیا بعد ازاں فدیہ دے کر رہا ہوا لیکن زخموں کی تاب نہ لا کر ہلاک ہو گیا۔ ابن ہشام، ج ۲، ص ۳۹۴

[47]- ابن ہشام ج ۳، ص ۹۵، ۹۶۔

[48]- ابن الاثیر، ج ۲، ص ۶۸

[49]- بخاری، محمد بن اسماعیل، 'صحیح بخاری'، ج ۲، باب قتل حمزہ رضی اللہ عنہ۔ یہی واقعہ ابن ہشام ج ۳، ص ۱۹، ۲۰ میں کچھ تبدیلی کے ساتھ وحشی کی روایت میں بیان ہوا ہے۔

[50[- ابن سعد، ج ۳، ص ۱۱

[51]- ابن الاثیر، ج۲، ص۶۸۔

[52]- ابن سعد، ج۳، ص۱۱

[53]- ابن ہشام کی اس روایت کی تخریج اور اس کے حکم کے لیے دیکھئے سیرت ابن ہشام (محقق، مجدی فتحی السید) ج۳، ص۵۰ کا حاشیہ

[54]- تفصیل کے لیے دیکھئے، عوشن، ص۱۴۹، ۱۵۰

[55]- ابن ہشام، ج۳، ص۵۶۔

[56]- صالحی، محمد بن یوسف، 'سبل الهدیٰ والرشاد'، ج۴، ص۳۲۸

[57]- ابن سعد ج۳، ص۱۲

[58]- ،حاکم، ج۳، ص۲۳۳، حدیث، ۴۹۴۸۔ ابن ہشام، ج۳، ص۵۷۔ تاہم یہ حدیث، حدیث ضعیف ہے۔

[59]- ابن ہشام ج۳، ص۵۹۔ ابن سعد ج۳، ص۱۳، ۱۴۔

[60]- سہیلی، ج۳، ص۲۸۲، ۲۸۳۔ ابن کثیر، ج۵، ص۴۲۸۔

[61]- بخاری، امام، ج۲، باب من قتل من المسلمین یوم احد منهم حمزه بن عبدالمطلب و الیمان و انس بن النضر و مصعب بن عمیر، حدیث۱۲۴۹۔

[62]- ایضاً، باب غزوہ احد، حدیث۱۲۱۳۔

[63]- ابن سعد ج۳، ص۱۴۔

[64]- ایضاً، ص۱۳۔

[65]- ایضاً، ص۹

[66]- ابن ہشام ج۳، ص۶۰۔ تاہم ابن اسحاق یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ روایت میں نے صرف حضرت عبداللہ بن جحش کے اہل خانہ سے سنی ہے۔ نیز سند کے اعتبار سے یہ روایت ضعیف ہے۔

[67]- بیہقی، ج۳، ص۲۹۱ تا ۲۹۴

[68]- ابن سعد ج۳، ص۱۶

[69]- ایضاً، ص۱۷۔ نیز بلاذری، ج۴، ص۳۹۴۔

[70]- ابن حجر، ج۷، ص۳۰۱۔ ابن حجر نے عمارہ بن حمزہ کے تذکرے میں یہ بھی شبہ ظاہر کیا ہے کہ عمارہ شاید حضرت حمزہ کی بیٹی کا نام ہے نہ کہ بیٹے کا۔

[71]- ایضاً

[72]- ابن سعد، ج۳، ص۷۔

[73]- ابن حزم، ج۱، ص۲۰۔

[74]- ابن سعد، ج۳، ص۷۔

[75]- سلمان منصور پوری، قاضی محمد سلیمان، 'رحمۃ للعالمین'، ج۲، ص۳۴۳

[76]- ابن الاثیر، ج۵، ص۴۸۷۔ ابن حجر، ج۱۱، ص۴۶۱۔

[77]۔ بلاذری،۴،ص۳۸۱۔

[78]۔ ایضاً،ص۸۔

[79]۔ ایضاً،ص۳۸۲

[80]۔ ابن سعد ج ۳،ص۸۔

[81]۔ ابن حجر،ج ۱۴،ص۱۰۰،۱۰۱۔

[82]۔ ایضاً،ص۱۰۰۔

[83]۔ ایضاً،ج ۱۳،ص۱۸۶

[84]۔ اایضاً،ج ۱۳،ص۴۸۱

[85]۔ ابن سعد،ج ۳،ص۹

[86]۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام(Encyclopedia of Islam)،۱۹۸۶ء،مقالہ: HAMZA b. ABD AL "MUTTALIB"،ج ۳،لائیڈن،نیدرلینڈ،ص۱۵۳

[87]۔ محمد بن یعقوب فیروز آبادی،'القاموس المحیط'،ص۵۰۹